اہل سنت دیوبند

فرقہ پرویزیت

تعارف

علمی محاسبہ

متکلم اسلام مولانا محمد
الیاس گھمن حفظہ اللہ

[Website: DifaAhleSunnat.com]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرقہ پرویزیت: تعارف و علمی محاسبہ

از افادات متکلمِ اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

﴿بانی فرقہ کا تعارف﴾

نام:

غلام احمد پرویز اور والد کا نام چودھری فضل دین تھا، متحدہ ہندوستان کے معروف شہر بٹالہ (ضلع گورداس پور) کے ایک سنی حنفی گھر میں 9/ جنوری 1903ء میں پیدا ہوئے، ان کے دادا حکیم مولوی رحیم بخش اپنے وقت کے مانے ہوئے صوفی بزرگ تھے اور اور چشتیہ نظامیہ سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے۔

تعلیم:

ابتدائی تعلیم اور مذہبی تعلیم پرویز نے اپنے گھر پر ہی والد اور دادا کی زیر نگرانی حاصل کی، ایک انگریزی اسکول Alady of England سے 1921ء میں میٹرک پاس کیا، پنجاب یونیورسٹی لاہور سے 1924ء میں B.A. کی ڈگری حاصل کی، 1927ء میں گورنمنٹ آف انڈیا کے مرکزی سکریٹریٹ میں ملازمت اختیار کیا اور بہت جلد ترقی پا کر Heme Department کے Stablishment Division میں ایک عہدہ پر کام کیا، کچھ عرصہ بعد غلام احمد پرویز کی ملاقات حافظ اسلم جیراجپوری (جو کہ بذات خود منکرین حدیث میں شمار کئے جاتے تھے) سے ہوئی اور صحبت کیونکہ عادات کو منتقل ہونے میں معاون ہوتی ہے، لہٰذا جو سوچ اسلم جیراجپوری کی تھی اس سوچ نے پرویز کی تنکیرِ حدیث کی سوچ کو مزید جِلا بخشی اور ویس اسلم جیراجپوری کا ایک جانشین تیار ہوتا چلا گیا، جو کہ بعد میں فتنہ انکارِ حدیث کے نشر و اشاعت کا بڑا ذریعہ بنا، پرویز نے 1938ء میں "طلوعِ اسلام" رسالہ جاری کیا، اس کا پہلا شمارہ اپریل 1938ء میں شائع ہوا اور یہی در اصل وہ مرکز بنا جہاں سے لوگوں کے ذہنوں کو اسلام، دین اور علماء سے متنفر کرنے کا آغاز ہوا اور اسلام کے لبادے میں قرآنی فکر اور قرآنی بصیرت جیسے خوبصورت الفاظ کو استعمال کر کے لوگوں کو شرعی حدود و قیود میں آزاد زندگی کے سبز باغ دکھائے گئے۔

پرویز کی بچپن کی تربیت:

بچپن ہی سے پرویز کی تربیت اتنے متنوع ماحول میں ہوئی، وہ خود لکھتے ہیں "میں جس جذب و شوق سے میلاد کی محفلوں میں شریک ہوتا تھا، اسی سوز و گداز کے ساتھ عزاداری کی مجلسوں میں بھی حاضری دیتا تھا اور قوالی تو خیر تھی ہی جزوِ عبادت، اسی قسم کے اضداد کا مجموعہ تھا، میرے بچپن اور ابتدائے شباب زمانہ"۔ (غلام احمد پرویز، از قاسم نوری: 72-74)

اس صفحہ کے حاشیہ پر علامہ پرویز نے لکھا ہے کہ "ویسے بھی صوفی آدھا شیعہ ہوتا ہے"، پرویز کے نظریات کے اس قدر کفر آمیز ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے بغیر کسی عالم کے تفسیر پڑھی، پھر ان کی تربیت بھی غیر دینی ماحول میں ہوئی، اول تو انگریزی ماحول تعلیم تھا، پھر سر سید کے خیالات کا مطالعہ، اس طرح ان کے ذہن میں انکارِ حدیث کے فتنہ نے جڑ پکڑ لی۔

"بی اے کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد انگریزی ادب، فلسفہ، تاریخ، سائنس، ٹیکنالوجی اور معاشیات کے علوم پر توجہ دینی شروع کر دی، ساتھ ہی ساتھ سیاست اور اقوامِ عالم کی سیاسی اور مذہبی تحریکوں کا مطالعہ شروع کر دیا"۔

(قاسم نوری غلام احمد پرویز: 129)

پھر اس پر مزید ستم یہ کہ اسلم جیراجپوری جیسے منکر حدیث کی صحبت ان کو میسر آئی، خود لکھتے ہیں کہ "ایک حدیث پڑھ کر میرے ذہن میں سوالات اور حیرت اور استعجاب کے ساتھ ساتھ بغاوت کے جھکڑ چلنے شروع ہوئے تو علامہ محمد اقبال اور حافظ محمد اسلم جرأت کی رفاقت نے سہارا دیا"۔ (قاسم نوری غلام احمد پرویز:129)

علماء نے تفسیر کے لئے پندرہ علوم پر مہارت کو ضروری بتایا ہے، بھلا جو عربی سے نا آشنا ہو وہ قرآن کی تفسیر کیا کر سکتا ہے، اس ماحول کو خراب کرنے کے لئے خواہش یا اس کی تعلیم و تربیت کوئی چیز بھی اس کو قرآن و حدیث میں لب کشائی کی اجازت نہیں دیتی، یہی وجہ ہے کہ پرویز نے جب اس کی جرأت کی تو قرآن کے الفاظ کو اپنی خواہشات کا جامہ پہنایا، اسی کو قرآن نے کہا ہے کہ:

أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللهُ عَلَىٰ عِلْمٍ ۔ (جاثیہ:23)

ترجمہ: بھلا دیکھ تو جس نے ٹھہرالیا اپنا حاکم اپنی خواہش کو اور راہ سے بچلا دیا اس کو اللہ نے جانتا بوجھتا۔

(ترجمۃ القرآن محمود الحق)

دراصل دین کو ہر آدمی نے اپنی میراث سمجھ رکھا ہے، نہ مدرسہ کی تعلیم، نہ علماء کی صحبت، نہ صحیح راستہ کی رہنمائی، نہ ائمہ اربعہ کی تقلید، بلکہ یکسر سب کی نفی اور اس پر مور یہ کہ ہم بھی تو مسلمان ہیں، قرآن ہماری بھی ہے، ہم کو ہر وہ معنی اخذ کرنے کا اختیار ہے جو ہمارے مقاصد کا ممد و معاون ہو، حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے انکارِ حدیث کے ذریعہ انکارِ قرآن کی بنیاد رکھی ہے، جب ان سے پوچھا جاتا ہے: "کیا دوسرے مسلمان نہیں؟" تو کہتے ہیں جس کا لازمی مفہوم یہ نکلتا ہے کہ "ایک شخص قرآن پر عمل کرے بغیر اور اس کو مانے بغیر بھی مسلمان ہوتا ہے"، تو بھلا مسلم اور کافر میں کیا فرق ہے۔

پرویز کی موسیقی سے دلچسپی:

علامہ پرویز کو بچپن ہی سے شعر و شاعری اور موسیقی سے دلچسپی تھی، طبیعت کو شہ اس طرح ملی کہ پرویز کے دادا صاحب سلسلہ چشتیہ کے صوفی تھے جس میں موسیقی کو جزوِ عبادت سمجھا جاتا تھا۔

"بہت کم لوگوں کو علم ہے کہ پرویز صاحب پایہ کے انشاء پرداز، مضمون نگار اور شاعر بھی تھے، خوش گلو بھی تھے، لحن و لہجہ بھی حسین تھا اور فن موسیقی سے بھی خوب واقف تھے، کلاسیکی موسیقی سے بہت لگاؤ تھا، ان کے ہاں گراموفون ریکارڈ کا اچھا خاصا ذخیرہ تھا، شعر کہتے سُر میں ڈھالتے اور سازوں سے ہم آہنگ بھی کرتے تھے، صبح کے راگ بہت پسند تھے، خاص طور پر اساوری اور جونپوری من پسند راگ تھے"۔

(قاسم نوری:28)

ملازمت:

قیامِ پاکستان کے بعد علامہ پرویز کراچی آگئے اور حکومت پاکستان کے مرکزی سکریٹریٹ میں اسی عہدہ پر کام کیا جس عہدہ پر انڈیا میں تھے، 1955ء میں ریٹائرمنٹ لے کر اپنی سوچ و فکر کی نشر و اشاعت کے لئے اپنے آپ کو فارغ کر لیا، اس وقت ان کے پاس اسسٹنٹ سکریٹری (کلاس ون) گزیٹڈ آفیسر کا عہدہ تھا۔

1953ء میں غلام احمد پرویز نے اپنی "قرآنی بصیرت" اور "قرآن فہمی" کو دروس کی شکل دینا شروع کر دی اور لوگوں کے ذہنوں سے اسلام کی حقیقت کو محو کرنا شروع کر دیا، یہ درس کراچی میں پرویز کی رہائش گاہ پر ہوتا تھا، 1958ء میں لاہور منتقل ہوئے اور وہاں بھی ان دروس کا آغاز کیا، یہ ہفت روزہ ہوا کرتے تھے، 15/اکتوبر 1984ء تک یہ سلسلہ جاری رہا، قرآن کی اس "تفسیر بالرأی" کا پہلا دور 1967ء میں مکمل ہوا اور پھر دوبارہ شروع کر دیا تھا، غلام احمد پرویز اپنے دروس قرآن اپنی رہائش گاہ پر دیا کرتے تھے، یہ درس ہر جمعہ کو ہوا کرتا تھا اور باقاعدہ اس کی ویڈیو کیسیٹ بناکرتی تھی اور اب بھی جگہ جگہ ان ویڈیو کیسیس کے ذریعہ قرآنی دروس ہوتے ہیں، کراچی میں پانچ مقامات پر ان کے دروس

ہوتے ہیں، یہ دروس جمعہ کی شام کو ہوتے ہیں، مرکزی دفتر بھایانی سینٹر نارتھ ناظم آباد میں واقع ہے، جہاں کے انچارج اسلام صاحب ہیں، جو کہ آغاز "طلوع اسلام" سے پرویز کے شانہ بشانہ فتنہ انکارِ حدیث میں اپنا کردار ادا کررہے ہیں، طلوع اسلام کا مرکزی صدر دفتر لاہور ہی میں ہے، غلام احمد پرویز کی رہائش گاہ 25ڈی، گلبرگ 2، لاہور 11، میں ان کی تصانیف، مقالے اور وہ تمام مواد جو کہ انہوں نے مرتب کیا یا جس سے ان کے مسلک کے نظریات وعقائد کی تشریح ہوتی ہو موجود ہے اور اس تمام مواد کے ذخیرہ کو The Pervaiz Memorial Research Scholer Library کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

اولاد:

پرویز نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی، لیکن ان کے قائم کردہ ادارے اور تصانیف کا مواد آج بھی مسلمانوں کو صحیح رخ سے پھیرنے اور حدیث، قرآن کے حقیقی معنی، اجماعِ امت اور علماء کی سرپرستی سے محروم کرکے قرآن کو من پسند معنوی جامہ پہنانے میں مصروف عمل ہیں، اس میں طلوعِ اسلام کی بزمیں (جہاں ہفت روزہ درس ہوتے ہیں) مجلہ طلوع اسلام (ماہنامہ) ادارۂ طلوعِ اسلام۔

"طلوعِ اسلام" کے مقاصد:

1938ء میں پرویز نے اپنے مقاصد کی اشاعت کے لئے رسالہ کا سہارا لیا اور الفاظ کا خوبصورت جامہ پہنا کر اپنے مقاصد کو مستور کرلیا، محدثین کی سالوں کی شبانہ روز محنت سے مرتب کئے گئے خزائنِ احادیث کو پرویز نے ایرانی اثرات اور جھوٹی روایات سے تعبیر کیا، دین میں انحراف پیدا کرنے کی کوشش کی اور اس کو نشاۃِ ثانیہ جیسا خوبصورت نام دیا، عوام الناس کو علماء کی سرپرستی سے محروم کرکے ان کو آزاد زندگی کے سبز باغ دکھائے کہ جس میں ہوائے نفسانی کا جامہ الفاظِ قرآن کو پہنا کر نیا دین پیش کیا گیا تھا، ادارہ طلوعِ اسلام کے قیام کے چیدہ چیدہ وہ مقاصد یہ تھے:

"دینِ خالص کو ہزار سالہ روایتوں درایتوں اور ایرانی اثرات کی دبیز تہوں سے نکالا جائے اور روحِ قرآنی کو اس کی اصلی شکل میں پیش کیا جائے اور اسی مقصد کے پیشِ نظر اس رسالہ کا نام علامہ اقبال نے طلوعِ اسلام تجویز کیا تھا، اسلام نشاۃ ثانیہ کے لئے ماحول سازگار بنایا جائے، مذہبی پیشوائیت کی طرف سے جو بے بنیاد اور گمراہ کن پروپیگنڈہ تصورِ پاکستان اور بانئ پاکستان کے بارے پیش کیا جارہا تھا اس کا مدلل اور مؤثر جواب دیا جائے"۔

وفات:

4فروری 1985ء کو لاہور میں وفات پائی۔

تصانیف:

ان کی سب سے زیادہ مشہور کتب درج ذیل ہیں:

معارف القرآن، مفہوم القرآن' (تین جلدوں میں)، مطالب الفرقان، لغات القرآن، مقام حدیث، معراج انسانیت، انسان نے کیا سوچا، اسلام کیا ہے ؟، شعلۂ مستور، کتاب التقدیر، شاہکار رسالت، قرآنی قوانین، جہانِ فردا، ابلیس وآدم، سلیم کے نام خطوط، قرآنی فیصلے۔ وغیرہ

مسٹر پرویز صاحب نے اپنی ایک تصنیف کا مقصد ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

میری اس تصنیف کا مقصد یہ نہیں کہ جو لوگ خدا وحی انسانی ذات حیات بعد الممات کے قائل نہیں انہیں ان کا قائل کرایا جائے اور ان کے اعتراضات کا جواب دیا جائے اس تصنیف سے مقصد ان حقائق کے متعلق قرآنی تصریحات کو پیش کرنا ہے اس لیے ان تمام مباحث میں دائرہ سخن کو اسی حد تک محدود رکھا گیا ہے۔

(جہان فردا ص169)

فرقہ پرویزیت کے بنیادی افکار

اس فرقہ کے بنیادی افکار یہ ہیں:

1: انکارِ حدیث

2: نظریہ ارتقاء

3: نظام ربوبیت (معاشیات)

4: مکافات عمل

پھر ان نظریات کی روشنی میں پرویز صاحب نے قرآن کی تشریح کرنا شروع کر دی اور یوں شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک الگ رخ پیش کر دیا جیسا کہ موصوف کی تحریرات سے واضح ہو گا۔

قارئین کرام! اب ہم مسٹر پرویز صاحب کے مندرجہ بالا نظریات میں سے ہر ایک کا مختصراً جائزہ لیتے ہیں۔

مسٹر پرویز اور انکارِ حدیث

1: حدیث دین نہیں

آپ کسی مسلمان سے پوچھیے وہ بلا تامل کہہ دے گا کہ دین نام ہے قرآن و حدیث کا قرآن کے دین ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں خود خدا نے اسے دین کا ضابطہ قرار دیا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا حدیث بھی دین کا جزو ہے؟ یہ تھا وہ سوال جس پر غور کرنے کی دعوت طلوع اسلام نے دی طلوع اسلام کا کہنا یہ تھا کہ اگر حدیثیں بھی دین کا جزو تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چاہیے تھا کہ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو قرآن دیا تھا اسی طرح اپنی حدیث کا ایک مستند مجموعہ بھی امت کو دے جاتے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا۔

(مقام حدیث ص،ز)

2: حدیث کی حیثیت تاریخی ہے

محدثین نے روایات کو دینی تسلیم کر لیا اور ان کے اثر سے تمام امت میں ان کی دینی حیثیت مسلم ہو گئی، مگر محققین کی ایک جماعت ہمیشہ سے قرآن ہی کو مکمل دین مانتی اور حدیثوں کو تاریخ دین سمجھتی رہی ہے۔ (مقام حدیث ص50)

3: حدیث کو وحی ماننا یہود کا عقیدہ ہے

ایک اور عقیدہ وضع کیا گیا کہ وحی کی دو قسمیں ہیں وحی جلی (قرآن) اور وحی خفی (حدیث)۔۔۔۔۔۔واضح رہے کہ وحی کی ان دو قسموں کا ذکر قرآن میں کہیں نہیں ہے حتی کہ حدیث کے اولین لٹریچر میں بھی اس اصطلاح کا کوئی پتہ نشان نہیں ملتا یہ عقیدہ یہودیوں کا تھا کہ وحی کی دو قسمیں ہیں۔۔۔ان حضرات نے اس عقیدہ کو یہودیوں کا ہاں سے مستعار لیا اور اسے عین دین بنا کر پیش کر دیا۔

(مقام حیات ص29، ابلیس و آدم ص302)

4: اختلاف امت کا سبب حدیث ہے

آپ احادیث کو یقینی اقوال و افعال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تسلیم کرتے رہیں گے اس وقت تک امت میں وحدت پیدا کرنا ناممکن ہے۔

(مقام حدیث ص40)

5:حدیث پر ہمارا ایمان نہیں

نہ حدیث پر ہمارا ایمان ہے اور نہ اس پر ایمان لانے کا ہم کو حکم دیا گیا ہے نہ حدیث کے راوی پر ہمارا ایمان ہے نہ اس پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے نہ حدیث کی سند میں جو رجال ہیں ان پر ایمان ہے نہ ان پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے۔ پھر یہ کس قدر عجیب بات ہے کہ ایسی غیر ایمانی اور غیر یقینی چیز کو ہم قرآن کی طرح دینی حجت مانیں۔ (مقام حدیث ص169)

6: علم کے ذرائع صرف دو ہیں

ختم نبوت کے بعد ہمارے پاس علم کے صرف دو ذرائع رہ جاتے ہیں، ایک وہ وحی جو قرآن کے اندر ہے اور دوسرا انسان کی عقل و بصیرت۔

(طلوع اسلام اکتوبر 1955ء ص3)

7:خدا کے سوا کسی کی اطاعت جائز نہیں

قرآن کریم کی تعلیم کا بنیادی نقطہ یہ ہے کہ اطاعت صرف خدا کی کی جاسکتی ہے اس کے علاوہ کسی اور کی اطاعت جائز نہیں۔

(مقام حدیث ص40)

فائدہ:

پرویز صاحب کی چیرہ ستانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ موصوف نے ڈاکٹر علامہ محمد اقبال رحمہ اللہ کو۔معاذ اللہ۔منکر حدیث ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"اگر انصاف پسندی کوئی اصول ہے تو ہم ناقدان پرویز سے التماس کریں گے کہ یا تو وہ علامہ محمد اقبال رحمہ اللہ کو بھی منکر حدیث میں شمار کریں کیونکہ ان کے موقف حدیث اور علامہ پرویز کے موقف حدیث میں سر مو فرق نہیں ہے، اور اگر وہ ایسا نہ کریں تو کم از کم انہیں اپنے تضاد فکر و نظر پر کچھ تو ندامت محسوس کرنی چاہیے۔" (طلوع اسلام فروری 2005ء ص23)

حالانکہ علامہ اقبال رحمہ اللہ منکر حدیث نہیں تھے بلکہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے تھے اور مسلمانوں کی حیات اجتماعیہ سے متعلق پیش آمدہ مسائل کا حل کتاب اللہ کے ساتھ ساتھ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ پرچہ "طلوع اسلام" کے متعلق اعلان کیا گیا تھا کہ اس کا مسلک حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کی نور بصیرت کو عام کرنا یعنی مسلمانوں کی حیات اجتماعیہ سے متعلق ہر مسئلہ کا حل کتاب و سنت کی روشنی میں پیش کرنا ہوگا۔ (طلوع اسلام اپریل 1939ء ص4)

قارئین کرام! اس سے معلوم ہوا کہ علامہ اقبال رحمہ اللہ حدیث و سنت کو مانتے تھے۔ یہ پرویز صاحب کا علامہ اقبال رحمہ اللہ پر بہتان صریح ہے اور طلوع اسلام کا اولین لٹریچر بھی پرویز صاحب کی تائید نہیں کرتا۔ طلوع اسلام کے ابتدائی شمارہ کی ایک عبارت یہ ہے:

"جناب رازی مسلمانوں کے اجتماعی مسائل کو قرآن و سنت کی روشنی میں کس حسن و خوبی سے حل کرتے تھے۔"

(طلوع اسلام جنوری 1939ء ص94)

رسول کی اطاعت سے مراد

قرآن کریم میں جہاں جہاں اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اس سے مراد امام وقت یعنی مرکز ملت کی اطاعت ہے۔

(مقام حدیث ص83)

رسول کی اطاعت یہ ہرگز نہیں ہے کہ ان کے بعد جو کوئی ان کے نام سے کچھ کہہ دے ہم اس کی تعمیل کرنے لگیں یہ ذہنیت امت میں اس وقت پیدا ہوئی جب کوئی صحیح خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں رہا۔

(مقام حدیث ص84)

رسول کی اطاعت اس لیے نہیں کہ وہ زندہ نہیں

عربی زبان میں اطاعت کے معنی ہی کسی زندہ کے احکام کی تابعداری ہے اسلامی نظام میں اطاعت امام موجود کی ہوگی جو قائم مقام ہوگا خدااور رسول کا یعنی مرکز نظام حکومت اسلامی۔

(اسلامی نظام ص112)

مسٹر پرویز اورنظریہ ارتقاء

پرویز صاحب کا نظریہ ارتقاء کیا ہے؟

یہ سوال ہے کہ دنیامیں سب سے پہلا انسان کس طرح وجود میں آگیا ذہن انسانی کے لیے وجہ ہزار حیرت واستعجاب رہاہے چنانچہ ان مذاہب میں توہم پرستی نے حقائق کی جگہ لے رکھی ہے اس عقیدے کے حل میں عجیب وغریب افسانہ طرازیوں سے کام لیا گیاہے لیکن قرآن کریم نے اس کے متعلق جو کچھ بتایاہے وہ ٹھیک ٹھیک وہی ہے جس کی طرف علم و بصیرت کے انکشافات رہنمائی کئے جارہے ہیں، سائنس کے انکشافات کی روسے خاک کے ذرے مختلف ارتقائی منازل طے کرکے قرنہا قرن کے بعد انسانی صورت میں متشکل ہوگئے یعنی سب سے پہلے کوئی ایک فرد صورت انسانی میں جلوہ گر نہیں ہوا بلکہ ایک نوع وجود پذیر ہوئی۔ [ابلیس و آدم ص64،63]

قصہ آدم میں ملائکہ، سجدہ ملائکہ، جنت فریب ابلیس ہبوط آدم سے مراد:

اس قصے میں ملائکہ سے مراد کائنات کی قوتیں ہیں جنہیں خاص قوانین کے تابع سرگرم عمل رکھا گیاہے ان قوانین کانام قوانین فطرت ہے ان قوانین کے علم سے انسان ان تمام قوتوں سے اپنے منشاکے مطابق کام لے سکتاہے یہ سجدہ ملائکہ ہے پھر اس زندگی کو جس میں انسان نے ہنوز میری اور تیری کی تفریقات پیدانہیں کی تھیں اور جس میں ہر فرد جہاں سے جی چاہتاپیٹ بھر کر کھاہی سکتا تھاجنت کی زندگی سے تعبیر کیا گیاہے جوانسانی تمدن سے پہلے کی زندگی تھی اس کے بعد ایک طرف شعور خویش بیدار ہوااور دوسری طرف مدنیت کی زندگی اختیار کرنے سے باہمی مفاد کا تصادم شروع ہوگیاعقل حیلہ جونے ہر فرد یاہر گروہ کے دل میں اس کے اپنے مفاد کے تحفظ اور اس کی طبعی زندگی کی بقاکا جذبہ اتارایہ فریب ابلیس ہے اوراس کی کشمکش کی زندگی ہبوط آدم ہے۔ [ابلیس و آدم ص57]

آدم سے مراد:

قصہ ادم خود آدمی کی سرگذشت ہے نہ کسی خاص فرد کی داستانی زندگی بابا آدم اور اماں حوا کا تصور بائبل کا تصور ہے قرآن کا نہیں۔

(ابلیس وآدم ص40)

خلیفۃ اللہ سے مراد:

لہٰذا آدم نوع انسانی کے خلیفہ فی الارض سے مفہوم اپنے سے پہلی مخلوق کی جانشینی اور تسلط وو تمکن اور قوت و غلبہ کے ساتھ جانشینی ہے۔۔۔۔۔ خلیفہ کامفہوم آپ کے سامنے آگیااس کے برعکس ہمارے ہاں عام طور پر جو عقیدہ مروج ہے کہ خدانے آدم کو اپنا خلیفہ بنایایعنی خلیفۃ اللہ فی الارض ہے اس عقیدے کی کوئی سند قرآن میں نہیں۔ (ابلیس و آدم ص88)

علم الاشیاء سے مراد:

ہمارے زمانے میں بہت کچھ لکھا جاچکاہے بہرحال قرآن نے یہ بتایاہے کہ آدم کو تصوراتی علم کی صلاحیت دی گئی تھی۔ (ابلیس وآدم ص42)

سجدہ ملائکہ سے مراد:

گذشتہ صفحات میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ اللہ تعالی نے ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیا اور انہوں نے آدم کو سجدہ کیا اس سے یہ مراد نہیں کہ ملائکہ نے آدم کے سامنے اپنی پیشانی کو زمین پر رکھ دیا سجدہ کے معنی جھکنے کے ہیں لیکن قرآن کریم میں یہ لفظ اقرار اطاعت کے مفہوم میں بھی استعمال ہوا ہے وہ سجدہ جس میں پیشانی زمین بوس ہو جاتی ہے در حقیقت اقرار اطاعت ہی کی ایک محسوس شکل ہوتی ہے اس لیے قصہ آدم میں ملائکہ کے سجدہ سے مراد اقرار اطاعت ہے۔۔۔ یعنی کائناتی قوتیں انسان کے لیے قوانین کی زنجیروں میں جکڑ دی گئی ہیں جن سے یہ اپنی مرضی کے مطابق کام لے سکتا ہے۔ [ابلیس و آدم ص60،61]

قصہ آدم میں جنت کی زندگی سے مراد:

قصہ آدم میں جنت کی زندگی سے مراد نوع انسانی کی زندگی کا وہ ابتدائی دور ہے جس میں سامان رزق کی فراوانی تھی۔

(ابلیس و آدم ص51)

ملائکہ سے مراد:

سر دست اتنا سمجھ لینا ضروری ہے کہ ملائکہ سے مراد فطرت کی قوتیں ہیں جنہیں انسان جب جی چاہے مسخر کر سکتا ہے۔

(ابلیس وآدم ص48)

ملائکہ دکھائی نہیں دے سکتے:

چونکہ ملائکہ نام ہی ان غیر مرئی قوتوں کا ہے جو نظام کائنات میں مختلف فرائض سر انجام دیتی ہے اس لیے طبعی آنکھوں (physical eyes) سے ان کے دیکھ سکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تاہم ان قوتوں کے اثرات کا علم حاصل کر سکتے ہیں (اور وہ بھی اس حد تک جہاں تک ہماری عقل ہماری رہنمائی کر سکتی ہے) انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتے۔ (ابلیس وآدم ص169)

آدم کے دو بیٹوں کا قصہ:

یہ آدم کے دو بیٹوں کا قصہ (جو بنی اسرائیل کے ہاں زبان زد عوام تھا) در حقیقت ان کی اپنی جذباتی کیفیت کا ترجمان تھا کہ وہ بات بات پر آمادہ بہ قتل ہو جایا کرتے تھے۔ (قرآنی قوانین ص108)

مسٹر پرویز اور نظامِ ربوبیت (معاشیات)

نظام معیشت اور قرآن:

قرآن کا پروگرام یہ ہے کہ پیداوار (رزق) کے وسائل کی تحویل میں رہیں اور افراد معاشرہ اپنی اپنی محنت کے حصل میں سے بقدر اپنی ضروریات خود رکھ کر باقی اس نظام کے سپرد کر دیں تاکہ وہ اس طرح جملہ افراد معاشرہ کی ضروریات زندگی پوری کرتا اور ان کے لیے سامان نشو و نما فراہم کرتا رہے۔ (ابلیس و آدم ص114)

ذاتی ملکیت بنانا اسلام میں نہیں:

اسلامی نظام میں فاصلہ دولت کسی کے پاس نہیں رہتی لہذا اس میں ذاتی جائدادیں کھڑی کرنے کا بھی سوال پیدا نہیں ہوتا اس میں زمین، دولت، صنعت (کارخانے) تجارت وغیرہ سب امت کی مشترکہ تحویل میں رہتے ہیں۔ (قرآنی قوانین ص159)

دولت جمع کرنا جائز نہیں:

قرآن کے معاشی نظام کی رو سے دولت جمع کر کے نہیں رکھی جاسکتی۔ (قرآنی قوانین ص157)

وراثت کے احکام عبوری ہیں:

وراثت وغیرہ کے متعلق احکام اس عبوری دور کے لیے ہیں جس میں یہ منظور نظام زیر تشکیل ہو اور اپنی تکمیل تک نہ پہنچا ہو۔

(قرآنی قوانین ص160)

مارکس اور لینن کا پیش کردہ نظام کمیونزم آیہ رحمت ہے:

حقیقت یہ ہے کہ اس وقت کمیونزم کی طرف سے دنیا کے سامنے اس کا معاشی نظام پیش کیا جارہا ہے کہ یہ سرمایہ دارانہ نظام کے مقابلہ میں انسانیت کے لیے آیہ رحمت ہے اور یہ واقعہ بھی ہے۔(نظام ربوبیت ص398)

نظام کمیونزم معاش قرآنی کے مماثل ہے:

جہاں تک کمیونزم کے معاشی نظام کا تعلق ہے وہ قرآن کریم کے تجویدکردہ معاشی نظام کے مماثل ہے۔(نظام ربوبیت ص358)

وصیت:

ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اپنے ترکہ کے متعلق وصیت کرے اس میں وارث اور غیر وارث کی کوئی تفریق نہیں۔(قرآنی قوانین ص91)

یتیم پوتے کی وراثت:

یتیم پوتا اپنے دادا کے ترکہ سے حصہ پائے گا قرآن کریم کی رو سے وہ محروم الارث نہیں ہوسکتا۔(قرآنی قوانین ص98)

سود:

جیسا کہ معاشی نظام کے عنوان میں بتایا جائے گا قرآن کریم کی رو سے معاوضہ محنت کا سرمایہ کا نہیں سرمایہ پر نفع لینا ربوا ہے خواہ اس کی شکل کوئی بھی کیوں نہ ہو۔(قرآنی قوانین ص119)

مضاربت، مزارعت ٹھیکہ ربوٰ ہے۔ (قرآنی قوانین ص123)

باطل طریقہ سے مال کھانا:

اصل یہ ہے کہ قرآن کریم کی رو سے جو شخص (بجز معذورین) خود محنت کر کہ نہیں کھاتا وہ دوسروں کا مال باطل طریق سے کھاتا ہے اس میں سر فہرست مذہبی پیشوا آتے ہیں جو کچھ پیدا نہیں کرتے اور دوسروں کی کمائی پر زندگی بسر کرتے ہیں اس کے بعد سرمایہ دار ہیں جو روپیہ کے بل بوتے پر دوسروں کی محنت اک ماحصل لے جاتے ہیں۔ (قرآنی قوانین ص115)

قصاص:

اس کی معنی جرم کی سزا دینا نہیں، اس کی معنی ہیں مجرم کا اس طرح پیچھ کرنا کہ وہ بلا گرفت نہ رہ جائے۔(قرآن قوانین ص169)

چوری کی سزا قطع ید سے مراد:

قطع ید سے مراد ہاتھ کو کاٹ کر الگ پھینک دیناہی نہیں اس کے معنی ہاتھوں کو محض زخمی کر دینا بھی ہیں یا کسی کام سے روک دینا بھی، جیسے قطع لسان کے معنی کسی زبان درازی سے روک دینے کے ہوتے ہیں۔

(قرآنی قوانین ص118)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

دعوی جرم، مجرم کے خلاف نہیں بلکہ حکومت کے خلاف:

قرآنی تصور جرم و سزا کی رو سے مستغیث مجرم کے خلاف مدعی نہیں ہوتا وہ نظام معاشرہ (حکومت) کے خلاف مدعی ہوتا ہے، معاشرہ نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس کے ہر متاع کی حفاظت کرے گا اگر اس متاع پر کسی نے ہاتھ ڈال دیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نظام معاشرہ نے اس شخص سے وعدہ خلافی کی ہے، اس لیے اس کے نزدیک مجرم نظام معاشرہ ہے نہ کہ وہ خاص فرد جس نے ارتکاب جرم کیا۔

(قرآنی قوانین ص168)

مسٹر پرویز اورنظریہ مکافات عمل

مکافاتِ عمل کیاہے؟

خدا نے ہر کام کا ایک متعین نتیجہ مقرر کر رکھا ہے مثلاً اگر آگ پر پانی کی دیگچی رکھ دی جائے تو کچھ وقت کے بعد پانی گرم ہو جائے گا اور پھر کھولنے لگے گا یا ایک خاص مقدار میں سنکھیا کھالیاجائے تو انسان مر جائے گا یہ خدا کا مقرر کردہ قانون ہے۔

(اسی طرح، ناقل) انسان کا ہر علم اپنا نتیجہ پیدا کر کے رہتا ہے یہ قانون اٹل ہے جس میں کبھی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

(جہان فرداص1)

ترجع الامور کا معنی:

اس کے معنی بھی یہی ہیں کہ دنیا کے ہر معاملہ کا فیصلہ خدا کے قانون مکافات کے مطابق ہوتا ہے۔

(جہان فرداص42)

توبہ کا معنی:

توبہ کے معنی کچھ پڑھ کر خدا سے بخشش مانگنے کے نہیں اس سے مراد تلافی مافات کے لیے کچھ عملاً کرنے کے ہیں۔

(جہان فرداص54)

مغفرت کا معنی:

قانون مکافات عمل کی رو سے بخشش کا تصور ہی غلط ہے قرآن کریم کی رو سے گناہوں کی بخشش کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔۔۔ قرآن کریم میں جہاں خدا نے کہا ہے، یغفر الذنوب یا اس نے اپنے آپ کو غفور کہا ہے تو اس کا یہ مفہوم نہیں کہ خدا گناہوں کو بخش دیتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اس نے اپنے قانون مکافات میں اس کی گنجائش رکھ دی ہے کہ انسان کو اس کے غلط اقدامات کے تخریبی اثرات سے سامان حفاظت مل جائے۔

(جہان فرداص57، 58)

یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء:

ان (اور اس قسم کی دیگر آیات) کا ترجمہ (عام طور پر) یہ کیا جاتا ہے کہ خدا جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے، واضح رہے کہ ان آیات کا یہ مفہوم قرآنی تعلیم کے یکسر خلاف ہیں۔

(جہان فرداص118)

ثواب کا مفہوم:

ہامرے ہاں عام طور پر عذاب کے مقابلہ میں ثواب کا لفظ بولا جاتا ہے، عذاب سے مراد لی جاتی گناہوں کی شزاء، اور ثواب سے نیکیوں کی جزا۔

لفظ ثواب کا مادہ (ث و ب) ہے اس کے بنیادی معنی ہوتے ہیں کسی چیز کا واپس مل جانا آپ جو کام بھی کرتے ہیں اس میں آپ کا کچھ صرف ہوتا ہے

روپیہ، پیسہ نہ بھی صرف ہو تو بھی آپ کا وقت اور توانائی صرف ہوتی ہے اگر وہ کام قائدہ کے مطابق کیا گیا ہے تو جس قدر آپ کا صرف ہوا ہے وہ واپس مل جائے گا اسے آپ کے عمل کا ثواب کہا جائے گا۔

(جہان فرداص121)

ایصال ثواب قرآن کے خلاف ہے:

یہ جو ہمارے ہاں ایصال ثواب کا عقیدہ (یا رسم) ہے تو یہ تصور قرآن کے خلاف ہے حتی کہ اس کے لیے دعائے خیر بھی صرف ہماری ایک آرزوؤں کا اظہار ہوتا ہے لیکن مردے تک یہ ثواب نہیں پہنچتا۔

(جہان فرداص123)

قبر کی زندگی کا انکار:

ہمارے ہاں عام تصور یہ ہے کہ مرنے کے بعد اور قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے کے درمیان ایک وقفہ ہے جس میں مردے کو عذاب (یا ثواب) ہوتا ہے اسے عام اصطلاح میں عذاب قبر سے تعبیر کیا جاتا ہے قرآن کریم سے اس تصور کی تائید نہیں ہوتی دوبارہ زندگی قیامت کے دن ہوگی اس لیے اس دنیا سے جانے اور قیامت کے دن اٹھنے کے درمیان زندگی کا تصور قرآنی نہیں۔

(جہان فرداص177،178)

زندگی یا (شعور ذات) مسلسل جاری رہنے والی ندی ہے جو اس دنیا کے بیابان سے اخروی گلستان میں داخل ہو جاتی ہے اور موت اسی باڑ کا نام ہے جو ان دونوں کے درمیان حائل ہے جس کی وجہ سے ہم (اس بیابان میں کھڑے) ندی کی باڑ سے آگے نہیں دیکھ سکتے لہذا یہ تصور صحیح نہیں کہ جتنے لوگ مرتے ہیں وہ (مرنے کے بعد) قبروں میں روک لیے جاتے ہیں اور پھر ان سب کو ایک دن اکٹھا اٹھایا جائے گا اسے حشر یا قیامت کا دن کہا جاتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ ہر شخص کی قیامت اس کی موت کے ساتھ ہی شروع ہو جاتی ہے۔۔۔۔ لیکن قرآن کریم میں ایسے اشارات بھی ملتے ہیں جن سے مترشح ہوتا ہے کہ انائی تاثرات (شعور خویش) کی نمود کے موجودہ پیکر کو (موت کے بعد) جدید پیکر میں تبدیل ہونے کے لیے کچھ عبوری سا وقفہ درکار ہوگا۔ ان تصریحات سے واضح ہے کہ جس چیز کو ہم نے اس وقفہ سے تعبیر کیا ہے جس میں شعور خویش کے موجودہ پیکر (vehicle) کو ایک نئے پیکر میں تبدیل ہوتا ہے اس کا اس فرد کو احساس نہیں ہوگا اس وقفہ کو نیند کی حالت سے تشبیہ دی گئی ہے، یہ ہی وہ وقفہ ہے جس کے متعلق کہا گیا ہے کہ ومن ورائھم برزخ الی یوم یبعثون۔

(جہان فرداص180،181)

برزخ سے مراد تعطل کی زندگی:

برزخ دو چیزوں کے درمیان اوٹ یا آڑ کو کہتے ہیں اور وراء کے معنی آگے اور پیچھے دونوں آتے ہیں آیت کے معنی یہ ہوئے کہ ان (مردوں) کے آگے یا پیچھے اس وقت تک ایک اوٹ ہوگی اگر ورائھم کے معنی پیچھے کے لیے جائیں تو اس سے مطلوب یہ ہوگا کہ وہ اسی عرصہ میں دنیاوی زندگی کی یاد سے غافل ہوں گے اور اگر اس کے معنی آگے لیے جائیں تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ آنے والی ندگی کے متعلق ان کا شعور ہنوز بیدار نہیں ہوگا، وہ گویا نیند کی حالت میں ہوں گے۔

(جہان فرداص181)

مقتولین فی سبیل اللہ کی حیات میں تعطل نہیں:

مقتولین فی سبیل اللہ کی اس حیات کے متعلق بہت کچھ کہا گیا ہے لیکن تصریحات بالا کی روشنی میں ہم سمجھتے ہیں کہ موت شعور کے عارضی تعطل کے جس وقفہ کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے یہ لوگ اس سے مستثنیٰ ہوتے ہیں۔ (جہان فرداص183،184)

سماع موتی مع انبیاء کا انکار:

مردے ہماری سن نہیں سکتے اور اس میں چھوٹے اور بڑے کی کوئی تمیز نہیں، مردہ ہونے کے اعتبار سے سب کی ایک ہی کیفیت ہوتی ہے، اور تو اور قرآن کریم نے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہا ہے۔ انک میت وانہم میتون۔

(جہان فرداص182)

نفخ صور کا مطلب:

اور جب مردوں کو دوبارہ زندگی ملے گی (جس کی تفصیل آگے چل کر آئے گی) تو اسے بھی نفخ صور سے تعبیر کیا گیا۔

قبروں سے اٹھانے کا مطلب:

زمین سے پیدا کرنے سے مراد زندگی کا آغاز تھا سو موت کے بعد زمین سے بار دیگر پیدا کرنے سے بھی مراد یہ نہیں کہ قبروں سے انسانی جسم زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے اس سے تجدید حیات مقصود ہے۔

(جہان فرداص164)

اعمال نامہ سے مراد:

انان کے ہر عمل کا نتیجہ اس کی ذات پر مرتب ہوتا چلا جاتا ہے، اور اس طرح اس کی ذات اس کے تمام اعمال کو اپنے اندر محفوظ کر لیتی ہے اس طرح اس کی ذات پر مرت شدہ نقوش اس کا اعمال نامہ ہے۔

(جہان فرداص27)

یوم الحساب سے مراد:

جس وقت انسانی اعمال کے نتائج محسوس طور پر سامنے آئیں خواہ اس دنیا میں اور خواہ اس کے بعد کی زندگی میں اسے یوم الحساب سے تعبیر کیا گیا ہے۔

(جہان فرداص23)

آخرت کا تصور اور اس کا مطلب:

جب قرآن کریم میں آخرت کا ذکر آئے گا تو اس سے مراد صرف مرنے کے بعد کی زندگی نہیں ہو گی اسی سلسلہ میں قرآن کریم میں چند ایک اور اصطلاحات بھی آئی ہیں مثلا قیامت، بعث، حشر وغیرہ ان کا تعلق بھی صرف مرنے کے بعد کی زندگی سے نہیں یہ اصطلاحات اس دنیا میں قوموں پر وارد ہونے والے بعض حوادث کے لیے استعمال ہوتی ہیں۔

(جہان فرداص127،128)

قرآن ماضی کی طرف نگاہ رکھنے کے بجائے ہمیشہ مستقبل کو سامنے رکھنے کی تاکید کرتا ہے اسی کا نام ایمان بالآخرت ہے اور یہ بجائے خویش بہت بڑا انقلاب ہے جسے رسالِ محمدیہ نے انسانی نگاہ میں پیدا کیا ہے یعنی ہمیشہ نگاہ مستقبل پر رکھنی ہے۔ وبالآخرۃ ہم یوقنون، اس زندگی میں بھی اور اس کے بعد کی زندگی میں بھی۔

(سلیم کے نام خطوط ج2ص73،74)

آخرت کا نقشہ محض سمجھانے کے لیے ہے:

قرآن کریم محض سمجھانے کی خاطر اس قسم کا نقشہ پیش کرتا ہے گویا ایک عدالت کا میدان ہے جہاں تمام متعلقہ لوگ (فریقین، گواہ، پولس کے افراد وغیرہ) جمع ہیں مقدمہ پیش ہوتا ہے، شہادات طلب کی جاتی ہیں ریکارڈ سامنے رکھا جاتا ہے، الزامات کی فہرست مرتب کی جاتی ہے، ملزم کو

[Website: DifaAhleSunnat.com]

صفائی کا موقعہ دیا جاتا ہے، پھر فیصلہ سنایا جاتا ہے، مجرمین کو ہانک کر جہنم کی طرف لے جایا جاتا ہے یہ سب قانون مکافات عمل کی نتائج پذیری کو سمجھانے کا وہ طریق ہے جس طرح دنیا میں مقدمات کے فیصلے ہوتے ہیں اس کے یہ معنی نہیں کہ مرنے کے بعد ایک دن اول سے آخر تک کے تمام انسان کسی میدان میں جمع کیے جائیں گے اور وہاں ان کی جزا اور سزا کا فیصلہ ہو گا۔۔۔۔لہذا حشر کا لفظ یا تو اس دنیا میں حق و باطل کی قوتوں کے تصادم کے لیے آیا ہے اور یا مرنے کے بعد کی زندگی میں ظہور نتائج کے لیے۔

(جہان فرداص142)

انسان اور حیوان کی حیات میں فرق:

حیوان اور انسان میں بنیادی فرق یہ ہے کہ حیوان کی زندگی محض طبعی زندگی ہوتی ہے جو موت کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے، اور انسان کی زندگی موت کے بعد بھی آگے چلتی ہے لہذا جو شخص تسلسل حیات اک قائل نہیں وہ انسان اور حیوان میں فرق نہیں کرتا۔

(جہان فرداص247)

خدا کو حساب لینے والا صرف سمجھانے کے لیے کہا گیا ہے:

یہاں تک ہم نے دیکھا کہ خدا کو حساب لینے والا کہا گیا ہے یہ صرف بات سمجھانے کا انداز ہے مقصد اس سے یہی ہے کہ یہ حساب خدا کے قانون مکافات عمل کی رو سے ہو گا یہ حساب کرنے والا کہیں باہر سے نہیں آئے گا چونکہ انسان کے ہر عمل کا اثر اس کی ذات پر مرتب ہوتا ہے اس لیے وہ در حقیقت اپنا محاسب آپ ہوتا ہے اس کی ذات اس کا اعمال نامہ ہوتی اور اس اعمال نامہ کو وہ خود پڑھ کر اپنا حساب آپ کر لیتا ہے۔

(جہان فرداص22، 23)

شفاعت کا تصور غیر قرآنی ہے:

یہ حقیقیت بداہتہ واضح ہے کہ سفارش (شفاعت) کا یہ تصور یکسر غیر قرآنی ہے۔

(جہان فرداص200)

ہمارے ہاں مروجہ عقیدہ یہ ہے کہ جب قیامت میں حساب کتاب ہو گا اور مجرمین کو دوزخ کی سزا کا حکم ہو جائے گا تو خدا کے مقرب بندے بالخصوص حضرات انبیاء کرام (علیہم الصلوات والتسلیمات) (اور ان میں سے بھی خصوصیت کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کے حضور ان مجرمین کی سفارش کریں گے اور ان کی سفارش پر اللہ تعالی انہیں بخش دے گا اور وہ جنت میں چلے جائیں گے اسے شفاعت کہتے ہیں ظاہر ہے کہ شفاعت کا یہ عقیدہ دین کی ساری عمارت منہدم کر دیتا ہے۔

(جہان فرداص203،)

جہنم سے مراد:

جہنم ہے تو انسان کی قلبی کیفیت کا نام لیکن قرآن کریم کا انداز ہے کہ وہ غیر محسوس مجرد حقائق کو محسوس مثالوں سے سمجھاتا ہے تاکہ جہاں ارباب علم و بصیرت ان حقائق کو فکری طور پر سمجھیں عام انسان اپنی ذہنی سطح کے مطابق ان اک اثر لے سکیں۔

(جہان فرداص235)

جو آگ میں داخل کیا جاتا ہے وہ ذلیل ورسوا ہو جاتا ہے اس سے بھی واضح ہو گیا کہ عذاب النار سے مفہوم کیا ہے وہ آگ نہیں جو چولہوں میں جلائی جاتی ہے یہ شرف انسانیت سے محرومی کی آتش سوزاں ہے یہ فاسقین کا مقام ہے۔

جو بھی جہنم میں داخل ہو گا وہ جہنم سے نہ نکلے گا:

لہذا وہ جو تصور ہے کہ مجرمین کو جہنم میں داخل کیا جائے گا اور وہ جب اپنے جرائم کی سزا بھگت لیں گے تو انہیں جنت کی طرف منتقل کیا جائے گا

[Website: DifaAhleSunnat.com]

قرآنی تصور کے خلاف ہے۔

(جہان فرداص240)

جنت سے مراد:

(جہنم کی طرح) جنت بھی کسی مقام کا نام نہیں کیفیت کا نام ہے۔

(جہان فرداص270)

جنت کیسے ملتی ہے:

جنت نہ مانگنے سے ملتی ہے، نہ بطور بخشش نہ کسی کی سفارش سے ملتی ہے نہ بطور انعام یہ انسان کے اپنے اعمال فطری کا نتیجہ ہے یہ اس کے اپنے خون جگر میں پوشیدہ ہوتی ہے۔

(جہان فرداص293)

جنت مقام راہ ہے منتہی نہیں:

جنت کی زندگی جمود اور تعطل کی زندگی نہیں وہ خود ایک میدان عمل ہے۔

(جہان فرداص303)

نجات کا معنی:

اہل شریعت یہ کہتے ہیں کہ انسان دنیا میں آکر جو گناہ کرتا ہے اس سے اس کا دامن آلودہ ہو جاتا ہے اس کے لیے اسے جہنم کی سزا بھگتنی پڑے گی اس سزا سے نجات حاصل کرنا مذہب کا مقصود ہے۔۔۔۔۔ قرآن کریم کی رو سے انسانی زندگی کا مقصد کچھ حاصل کر کے موجودہ زندگی کو زیادہ حسین بنانا اور بلند سطح پر لے جانا ہے، کسی مصیبت سے چھٹکارا حاصل کرنا نہیں۔

(جہان فرداص125)

اعراف کا معنی:

قرآن کریم نے انسانوں کے دو ہی گروہ بتائے ہیں، ایک اہل جنت اک گروہ اور دوسرا گروہ اہل جہنم کا لیکن سورۃ اعراف میں اہل اعراف کا بھی ذکر آتا ہے ان کے متعلق عام طور پر کہا جاتا ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے متعلق ہنوز فیصلہ نہیں ہوا ہو گا کہ وہ جنت میں بھیجے جائیں یا جہنم میں یعنی ان کا کیس (Pending) میں ہو گا قرآن کریم کی رو سے یہ تصور صحیح نہیں۔۔۔۔(جو اہل اسلام کا نظریہ تھا وہ اس نے پیش نہیں کیا اپنی طرف سے گھڑ کر تھوپ دیا حالانکہ اہل اسلام کا تو یہ نظریہ ہے کہ اہل اعراف وہ ہوں گے جن کے نیک اعمال اور برے اعمال برابر ہوں، اور اعراف میں نہ جنت والی نعمتیں ہوں گی اور نہ عذاب ہو گا بس بین بین اب پرویز کا نظریہ ملاحظہ ہو۔ ناقل)

اعراف کے معنی بلند مقام کے ہیں اس لیے اہل اعراف وہ ہیں جو (اہل جنت میں سے بھی) باقیوں کے مقابلہ میں زیادہ بلند مدارج کے حامل ہوں گے یہ اہل جنت کا گروہ ہے جسے السابقون اور المقربون کہہ کر پکارا گیا ہے۔

(جہان فرداص263)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

فرقہ پرویزیت اور چند متفرقات

﴿عقائد و نظریات﴾

حسی معجزات کا انکار:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کے سوا کوئی معجزہ نہیں دیا گیا۔

(سلیم کے نام ج3 ص36)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کے سوا (جو عقلی معجزہ) ہے کوئی اور معجزہ نہیں دیا گیا۔

(معارف القرآن ج4 ص731)

غور کرو سلیم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو کوئی حسی معجزہ نہیں دیا گیا۔

(سلیم کے نام ج3 ص92،91)

ختم نبوت کا مطلب:

اب سلسلہ نبوت ختم ہو گیا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ اب انسانوں کے اپنے معاملات کے فیصلے آپ کرنے ہوں گے، صرف یہ دیکھنا ہو گا کہ ان کا کوئی فیصلہ ان غیر متبدل اصولوں کے خلاف نہ ہو جائے جو وحی نے عطا کیے ہیں اور جو اب قرآن کے دفین میں محفوظ ہیں۔

(سلیم کے نام اکسیر اں خط ج2 ص120)

ہر صدی پر مجدد اور مہدی آخر الزمان کا عقیدہ وضع ہے:

ہر صدی کے سر پر ایک مجدد کا عقیدہ وضع کیا گیا اور اسی سے مہدی آخر الزمان کا عقیدہ یہ عقائد ختم نبوت کی حقیقت کبری کا صحیح اندازہ نہ کر سکنے کا نتیجہ ہیں اور مہر نبوت توڑ دینے کا ذریعہ۔

(سلیم کے نام خطوط ج2 ص61)

نزول عیسیٰ کا انکار

دنیا کے دیگر اہل مذاہب آنے والے کے متعلق جو عقیدہ جی میں آئے رکھیں۔ لیکن جہاں تک قرآن کریم کا تعلق ہے، اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی آنے والے کا کوئی ذکر نہیں نہ امام مہدی کا نہ حضرت عیسیٰ کا۔

(قرآنی فیصلے ج1 ص366،365)

کسی آنے والے کا تصور وہ کوئی پرانا نبی ہو یا نیا مسیح ہو یا مہدی، قرآن کی کھلی ہوئی تعلیم کے خلاف اور ختم نبوت کے نقیض ہے۔

(قرآنی فیصلے ج1 ص366)

معراج کا انکار:

سورۃ بنی اسرائیل کی آیت اسری میں کہا گیا ہے کہ خدا اپنے بندے کو رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصی کی طرف لے گیا تا کہ وہاں اسے اپنی آیات دکھائے،،،، خیال ہے کہ اگر یہ واقعہ خواب کا نہیں تو یہ حضور کی شب ہجرت کا بیان ہے اس طرح مسجد اقصی سے مراد مدینہ کی مسجد نبوی ہو گی جسے آپ نے وہاں جا کر تعمیر فرمایا۔

(معارف القرآن ج4 ص736)

عقیدہ تقدیر کا انکار:

[Website: DifaAhleSunnat.com]

مجوسی اساورہ نے یہ سب کچھ اس خاموشی سے کیا کہ کوئی بھانپ ہی نہ سکا کہ اسلام کی گاڑی کس طرح دوسری پٹڑی پر جاپڑی انہوں نے تقدیر کے مسئلہ کو اتنی اہمیت دی کہ اسے مسلمانوں میں جزو ایمان بنادیا چنانچہ ہمارے ایمان میں والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ کا چھٹا جزو انہی کا داخل کیا ہوا ہے۔

(قرآنی فیصلے ص190)

خدا تعالیٰ سے مراد:

اور چونکہ خدا عبادت ہے ان صفات عالیہ سے جن میں انسان اپنے اندر منعکس کرنا چاہتا ہے اس لیے قوانین خداوندی کی اطاعت در حقیقت انسان کی اپنی فطرت عالیہ کے نوامیس کی اطاعت ہے۔

(معارف القرآن ج4ص420)

اسلاف کی تقلید کرنے والے جہنمی ہیں:

جہنم ان لوگوں کا مستقر ہے جو عقل و فکر سے کام نہیں لیتے، یا تو اپنی مفاد پرستیوں کے جذبات سے مغلوب ہو کر غلط راہوں پر چلتے رہے ہیں اور یا اپنے مذہبی پیشواؤں کی تقلید میں آنکھیں بند کر کے اسلاف کے نقوش قدم کا اتباع کرتے چلے جاتے ہیں، یہ بھی در حقیقت جذبات پرستی ہی کا دوسرا نام ہے اس لیے کہ اندھی عقیدت انسانی جذبات ہی کی پیدا کردہ ہوتی ہے عقل و فکر کی نہیں۔

(جہان فردا ص245)

کشف والہام کوئی چیز نہیں:

باقی رہا کشف و الہام سو ان کا ذکر قرآن میں نہیں مسلمانوں نے اسے دوسروں سے مستعار لیا ہے۔۔۔۔۔ کشف و الہام کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔

(ابلیس و آدم ص303)

نبی اور رسول میں کوئی فرق نہیں:

قرآن کریم کی رو سے رسول اور نبی ایک ہی حقیقت کے دو پہلو ہیں ان میں کچھ فرق نہیں صاحب کتاب اور غیر صاحب کتاب کا فرق ذہن انسانی کا پیدا کردہ ہے نبی یا رسول بغیر کتاب کے آ ہی نہیں سکتا۔۔۔۔ نبی یا رسول بلا کتاب کا تصور غیر قرآنی ہے۔

(ابلیس و آدم ص349،350)

قرآن مجید کی تصریح کے مطابق کتاب ہر نبی کو ملی تھی نبی بلا کتاب کا عقیدہ قرآن کریم کی نص صریح کے خلاف ہے۔

(قرآنی فیصلے ج2ص32)

عبادات اور مسٹر پرویز

ارکان اسلام، نماز، روزہ، حج، زکوۃ، وغیرہ پرویز کی نظر میں:

نماز:

عجم میں مجوسیوں (پارسیوں) کے ہاں پرستش کی رسم کو نماز کہا جاتا تھا (یہ لفظ ہی ان کے ہاں کا ہے اور ان کی کتابوں میں موجود ہے لہذا صلوٰۃ کی جگہ نماز نے لے لی)

(قرآنی فیصلے ص26)

قرآن کریم نے نماز پڑھنے کے لیے نہیں کہا تھا قیام صلوٰۃ یعنی نماز کے نظام (institution) کے قیام کا حکم دیا ہے مسلمان نمازیں پڑھتے ضرور ہیں لیکن انہوں نے نظام صلوٰۃ کو قائم نہیں کیا ان کی نماز ایک وقت معینہ کے لیے ایک عمارت (مسجد) کی چار دیواری کے اند ایک عارضی عمل بن کر رہ جاتی ہے۔

(معارف القرآن ج4 ص328)

پرویز کے نزدیک اقامۃ صلوٰۃ سے مراد:

معاشرہ کو ان بنیادوں پر قائم کرنا جن پر ربوبیت نوع انسانی (رب العٰلمین) کی عمارت استوار ہوتی جائے قلب و نظر کا وہ انقلاب جو اس معاشرہ کی روح ہے۔

(نظام ربوبیت ص87)

دو وقت کی نماز:

صلوٰۃ الفجر سے پہلے اور جب تم دوپہر کو کپڑے اتار دیتے ہو اور صلوٰۃ العشاء کے بعد، اس سے واضح ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اجتماعات صلوٰۃ کے لیے (کم از کم) یہ دو اوقات متعین تھے جبھی تو قرآن کریم نے ان کا ذکر نام لے کر کیا۔

(لغات القرآن ج3 ص1044)

نماز میں ردوبدل:

جس اصول کا میں نے اپنے مضمون میں ذکر کیا ہے وہ قانون اور عبادات دونوں پر منطبق ہوگا یعنی اگر جانشین رسول اللہ (یعنی قرآنی حکومت) نماز کی کسی جزئی شکل میں جس کا تعین قرآن نے نہیں کیا اپنے زمانے کے کسی تقاضے کے ماتحت کچھ ردوبدل ناگزیر سمجھے تو وہ ایسا کرنے کی اصولا مجاز ہوگی۔

(قرآنی فیصلے ص14، 15)

روزہ:

روزے رمضان کے مہینے کے ہیں تین دن یا نو دن کے نہیں بلکہ پورے مہینے کے ہیں۔

(قرآنی فیصلے ج1 ص54)

تراویح:

تراویح کا ذکر قرآن کریم میں نہیں آیا طلوع اسلام ان بحثوں میں نہیں الجھا کرتا جن امور کا ذکر قرآن میں نہیں اکے متعلق اس کا مسلک واضح ہے۔

(قرآنی فیصلے ج1 ص59)

اعتکاف:

اس قسم کا اعتکاف جو ہمارے ہاں رائج ہے جس میں اعتکاف کرنے والا کسی مسجد کے ایک کونے میں چادر تان کر دس روزہ کے لیے آکر پڑا رہتا ہے اور دن رات قرآن کے الفاظ دہرانے یا سونے کے علاوہ اسے اور کوئی کام نہیں رہتا وہ قطعا غیر قرآنی ہے اور اسلام کی روح کے منافی ہے۔

(قرآنی فیصلے ج1 ص60)

عاکفون اور عاکفین قرآن کریم میں متعدد جگہ آئے ہیں جن کے معنی کسی کام پر مسلسل لگے رہنا اور جمے رہنا ہیں۔

(حوالہ ایضا)

زکوٰۃ:

زکوٰۃ کا معنی ہے سامان نشو نما، لہذا اسلامی مملکت کا بنیادی فریضہ یہ ہے کہ وہ افراد معاشرہ کی نشو و نما کا سامان بہم پہنچائے۔

(قرآن قوانین ص155)

زکوٰۃ اس ٹیکس کے علاوہ اور کچھ نہیں جو اسلامی حکومت مسلمانوں پر عائد کرے۔ اس ٹیکس کی کوئی شرح متعین نہیں کی گئی، اس لیے کہ شرح ٹیکس کا انحصار ضروریات ملی پر ہے حتی کہ ہنگامی صورتوں میں حکومت وہ سب کچھ وصول کر سکتی ہے جو کسی کی ضرورت سے زائد ہو لہذا جب کسی جگہ السامی حکومت نہ تو پھر زکوٰۃ بھی باقی نہیں رہتی۔ (قرآنی فیصلے ص35)

اگر خلافت راشدہ نے اپنے زمانے کی ضروریات کے مطابق اڑھائی فیصد مناسب سمجھا تھا تو اس وقت یہی شرح شرعی تھی اگر آج کوئی اسلامی حکومت کہے کہ اس کی ضروریات کا تقاضا بیس فی صد ہے تو یہی بیس فی صد شرح شرعی قرار پاجائے گی اور جب قرآن نظام ربوبیت اپنی آخری شکل میں قائم ہو گا تو اس کی نوعیت کچھ اور ہی ہو جائے گی۔

(سلیم کے نام ج1 ص47، 48)

صدقہ فطر:

صدقات ان ٹیکسوں کا نام ہے جو حکومت اسلامیہ کی طرف سے ہنگامی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے عائد کیے جاتے ہیں انہی میں صدقہ فطر ہے۔

(قرآنی فیصلے ص50)

اب سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف اتنا حصہ پیش کیا جاتا ہے کہ نماز سے پہلے صدقہ فطر نکال کر اپنے اپنے طور پر غریبوں میں تقسیم کیا جائے گا اگر ایسا نہ کیا جائے گا تو روزے معلق رہ جائیں گے خدا تک نہیں پہنچیں گے گویا یہ صدقہ فطر ملت کے اجتماعی مصالح کے لیے نہیں بلکہ ڈاک کے ٹکٹ ہیں جنہیں روزوں پر چسپاں کر کے لیٹر بکس میں ڈال دیا جاتا ہے تاکہ روزے مکتوب الیہ (اللہ تعالیٰ) تک پہنچ جائیں۔

(قرآن فیصلے ص51)

حج:

حج عالم انسانی کا وہ عالمگیر اجتماع ہے جو اس امت کے مرکز محسوس (کعبہ) میں اس غرض کے لیے منعقد ہوتا ہے کہ ملت کے تمام اجتماعی امور کا حل قرآنی دلائل و حجت کی رو سے تلاش کیا جائے اور اس طرح یہ امت اپنے فائدے کی باتوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ لے۔

(لغات القرآن ج2 ص474)

اول تو حج ہی اپنے مقصد کو چھوڑ کر محض یاترا بن کر رہ گیا ہے حاجی وہاں جاتے ہیں تاکہ اپنے تمام سابقہ گناہ آب زمزم سے دھو کر اس طرح واپس آجائیں جس طرح بچہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔

(قرآنی فیصلے ص63)

قربانی:

حج عالم اسلام کی بین العلی کانفرنس کا نام ہے اس کانفرنس میں شرکت کرنے والوں کے خورد و نوش کے لیے جانور ذبح کرنے کا ذکر قرآن میں آیا ہے بس یہ تھی قربانی کی حقیقت جو آج کیا سے کیا رہ گئی ہے۔

(رسالہ قربانی ص3)

قربانی تو وہاں کھانے پینے کا سامان مہیا کرنے کا ذریعہ تھی اب جس طرح وہاں جانور ذبح کر کے دبائے جاتے ہیں نہ ہی وہ مقصود خداوندی ہے اور نہ ہی ان کی ہم آہنگی میں ہر جگہ جانوروں کا ذبح کرنا بغیر کسی مقصد وغایت کو اپنے ساتھ لیے ہوئے ہیں وہاں بھی سب کچھ ضایع کر دیا جاتا ہے اور یہاں بھی وذالک خسران المبین۔ (قرآنی فیصلے ص 65)

تلاوت قرآن کا ثواب:

یہ عقیدہ کہ بلا سمجھے قرآن کے الفاظ دہرانے سے ثواب ہوتا ہے یکسر غیر قرآنی عقیدہ ہے یہ عقیدت در حقیقت عہد سحر کی یادگار ہے۔

(قرآنی فیصلے ص104)

شراب:

خمر اشیائے خورد ونوش میں سے نہیں اس لیے اس کا ذکر حرام کی فہرست میں نہیں آیا لیکن اس کے استعمال سے بڑی سختی سے روکا گیا۔

(قرآنی قوانین ص136)

زنا کی سزا:

زنا کی سزا (مرد اور عورت دونوں کے لیے) سو سو کوڑے ہے، رجم یا سنگسار کرنے اک ذکر قرآن میں نہیں۔

(قرآنی قوانین ص100)

نکاح اور ولی کا مسئلہ:

نکاح کم سنی میں نہیں ہو سکتا اس لیے لڑکے یا لڑکی کی طرف سے کسی ولی کا سوال پید نہیں ہوتا ہاں اگر عورت چاہے تو اپنے معاملات کے طے کرنے کے لیے کسی کو اپنا مختار بنا سکتی ہے۔

(قرآنی قوانین ص53)

مہر معاوضہ نہیں:

مہر کا لفظ قرآن میں نہیں آیا اس کے بجائے اس میں صدقہ یا اجور کے الفاظ آئے ہیں لیکن قرآن نے اس کی وضاحت کر دی ہے کہ مہر کسی چیز کا معاوضہ نہیں ہوتا.

(قرآنی قوانین ص61)

مہر کی مقدار نہیں:

مہر کی کوئی مقدار قرآن نے مقرر نہیں کی جو کچھ باہمی رضامندی سے طے پا جائے وہ مہر ہے۔

(قرآنی قوانین ص62)

طلاق کا حق مرد کو نہیں:

اس ضمن میں ایک اصولی بات واضح رہے اور وہ یہ ہے کہ جب اس معاہدہ (یعنی نکاح، ناقل) کے لیے فریقین کی رضامندی ضروری تھی تو یہ نہیں ہو سکتا کہ اس معاہدہ کو توڑنے کے لیے ایک طرف ایک فریق (خاوند) کا کلی اختیار دے دیا جائے (کہ وہ جب چاہے طلاق طلاق کہہ کر) بیوی کو گھر سے نکال دے اور دوسری طرف فریق ثانی (بیوی) کو اس قدر مجبور بنا دیا جائے کہ اسے اس پابندی سے گلو خلاصی کے لیے ہزار مشقتیں اٹھانی پڑیں قرآن میں میاں اور بیوی کے حقوق اور ذمہ داریاں یکساں مقرر کی ہیں اس لیے اس باب میں بھی دونوں کی پوزیشن ایک جیسی ہے۔

(قرآنی قوانین ص67)

طلاق کا معنی:

طلاق کا معنی ہیں عقد نکاح سے آزاد ہو جانا نکاح کا فسخ (ختم) ہو جانا۔

(قرآنی قوانین ص74)

طلاق کے لفظ سے نکاح ختم نہیں ہوتا:

طلاق کا لفظ کہہ دینے سے نکاح فسخ نہیں ہو جاتا خواہ اسے تین چھوڑ تین سو مرتبہ بھی کیوں نہ دہرایا جائے۔

(قرآنی قوانین ص74)

تین طلاق کا معنی:

تین طلاق کے معنی ہیں ایک میاں بیوی کی ازدواجی زندگی میں تین مرتبہ نکاح کا فسخ ہو جانا۔۔۔۔ اگر کسی نے تین مرتبہ کہہ دیا (طلاق، طلاق، طلاق) تو پھر حلالہ کرنا پڑے گا ان آیات کا یہ مفہوم خلاف قرآن ہے۔

(قرآنی قوانین ص74)

خلع قرآن میں نہیں:

واضح رہے کہ قرآن کریم نے میاں اور بیوی دونوں کے سلسلہ میں طلاق کی اصطلاح استعمال کی خلع کی اصطلاح قرآن میں نہیں آئی۔

(قرآنی قوانین ص69)

طلاق کا حق تفویض ہونا قرآن کے خلاف ہے:

یہ جو کہا جاتا ہے کہ خاوند نے بیوی کو حق طلاق تفویض کر دیا ہے۔ قرآن مجید کی رو سے صحیح نہیں جب بیوی کو بھی طلاق (فسخ نکاح) کا ویسا ہی حق حاصل ہے جیسا میاں بیوی کو تو پھر خاوند کی طرف حق طلاق تفویض کرنے کے کیا معنی۔

(قرآنی قوانین ص69)

تعدد ازواج جائز نہیں:

قرآن کی رو سے اصول وحدت زوج کا ہے لیکن اگر کبھی کسی وجہسے معاشرہ میں ایسے حالات پیدا ہو جاءےں (مثلا جنگ، کی وجہ سے) جن کی رو سے بیوہ عورتوں اور جوان لڑکیوں کی تعداد زیادہ ہو جائے اور ان کے مسئلہ کا اور کوئی اطمینان بخش حل نہ مل سکتا ہو تو اسلامی حکومت وحدت زوج کے اصولی قانون میں استثناء کر کے اس کی اجازت دے سکتی ہے کہ ایک وقت میں ایک سے زیادہ (چار تک) شادیاں کر لی جائیں۔

(قرآنی قوانین ص57)

مسئلہ رضاعت:

یاد رہے کہ حرام صرف وہ عورت ہو گی جس کا دودھ پیا ہے یا وہ لڑکی جو دودھ میں شریک تھی۔

(قرآنی قوانین ص55)

قرآن کریم نے رضاعت (دودھ پینے) کی تصریح خود نہیں کی، یعنی یہ نہیں بتایا کہ رضاعت (دودھ پینے) کی شرط کس طرح پوری ہوتی ہے نہ ہی یہ کہ رضاعی بہن بھاءِ بننے کے لیے کیا شرائط ہیں ان امور کی تصریح اسلام حکومت کرے گی۔

(قرآنی قوانین ص55)

﴿مسٹر پرویز اور قرآن فہمی﴾

پرویز کا فہم قرآن خود پرویز کی زبانی:

قرآن تو وحی الٰہی ہے جس میں غلطی کا کوئی امکان نہیں لیکن میں اپنی قرآنی بصیرت کو کبھی وحی الٰہی قرار نہیں دیتا اس لیے اس میں سہو وخطا دونوں کا امکان ہے بنابریں میں اس پر اصرار نہیں کرتا کہ جو کچھ میں نے سمجھا ہے وہ حرف آخر ہے اور وحی الٰہی کی طرح منزہ عن الخطاء۔

(نظام ربوبیت ص 23)

پرویز کا فہم قرآن ایک نئے انداز سے:

جو کچھ مفہوم القرآن میں بیان کیا گیا ہے وہ فہم قرآن کی انسانی کوشش ہے اور انسانی کوشش کبھی سہو وخطا سے منزہ نہیں ہو سکتی نہ ہی اسے کبھی حرف آخر کہا جا سکتا ہے میں نے قرآن فہمی کے سلسلے میں اپنی بصیرت کے مطابق ایک نئی طرح ڈالی ہے۔

(مفہوم القرآن ص 29)

پرویز کا تدبر فی القرآن چراغ راہ ہے:

یہ حقیقت قارئین طلوع اسلام کے علم ہی میں ہے کہ طلوع اسلام کے قرآنی مباحث محترم پرویز صاحب ہی کے نور بصیرت سے مستفید ہوتے ہیں اور انہی کا تدبر فی القرآن ہم سب کے لیے چراغ راہ بنتا ہے۔

(طلوع اسلام نومبر 1949ء ص 54)

تیرہ سو سال بعد قرآن کی آواز:

یہ مہلت جو اس وقت ہمیں ملی ہے ہم تو اپنے آپ کو اس کا بھی اہل نہیں سمجھتے تھے شاید یہ اس لیے کہ اس سرزمین سے تیرہ سو سال کے بعد پہلی بار قرآن کی آواز اٹھی ہے اور قدرت کو یہ منظور رہے کہ تیرہ سو سال کے کے بعد پہلی بار قرآن کی آواز اٹھی ہے اور قدرت کو یہ منظور ہے کہ تیرہ سو سال کے بعد ایک بار پھر قرآنی نظام اپنی عملی شکل میں سامنے آجائے۔

(طلوع اسلام نومبر 1954ء ص 11)

مرتد کی سزا کوئی نہیں:

واضح رہے کہ قرآن کریم کی رو سے مرتد (اسلام چھوڑ کر کسی اور مذہب کو اختیار کر لینے) کی کوئی سزا نہیں جب آزادی مذہب اس کا بنیادی اصول ہے تو تبدیلی مذہب کی سزا کیسی۔

(قرآنی قوانین ص 165)

پرویز کا سہو:

1: اہل مکہ نے جب قرآن کریم کے کلام ربانی ہونے کے متعلق شک وشبہ کا اظہار کیا تو اللہ رب العزت نے انہیں چیلنج کے طور پر لکھا کہ ان سے کہو کہ یہ اسے انسانی کلام سمجھتے ہیں تو اس جیسی کتاب بنالائیں اگر یہ نہیں تو ایک سورۃ اور اگر یہ بھی ناممکن ہے تو کم از کم ایک ہی آیت اس کی مثل بنالائیں۔

(طلوع اسلام مارچ 1964ء ص 27)

جبکہ قرآن میں صرف ایک آیت کا چیلنج کہیں مذکور نہیں ہے۔

ابلیس و آدم کتاب معجزہ:

میری زندگی کا مقصود و مطلوب قرآن کریم کا سمجھنا اور اسے اپنی بصیرت کے مطابق دوسروں کو سمجھانا ہے جہاں تک اس کے سمجھنے کا تعلق ہے بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ میں نے اس میں اپنی ساری عمر صرف کی ہے یہ کتاب فی الواقعہ معجزہ ہے۔

(ابلیس و آدم ص، غ)

جبرائیل سے مراد:

انکشاف حقیقت کی روشنی (ذریعہ یا واسطہ) کو جبرائیل سے تعبیر کیا گیا ہے۔

(ابلیس و آدم ص283)

ابلیس سے مراد:

اس حقیقت کو اسی مقام پر سمجھ لینا چاہیے کہ ابلیس انسان سے الگ خارج میں موجود ہستی نہیں یہ خود انسان ہی کی ایک خصلت کا نام ہے۔

(ابلیس و آدم ص76)

شیطان اور ابلیس میں فرق:

انسان کا سرکشی کا عمل اپنے آغاز کے اعتبار سے شیطنت ہے، اور انجام کی رو سے ابلیسیت ہے، اس لیے شیطان اور ابلیس دو الگ الگ عناصر نہیں یہ ایک ہی عمل کی دو جداگانہ خاصیتیں ہیں اور شیاطین وہ مستبد قوتیں ہیں جو دوسروں کو قوانین خداوندی سے سرکشی برتنے پر اکساتی ہیں۔

(ابلیس و آدم ص108)

جن کیا چیز ہے:

لفظ جن کے معنی ہیں پوشیدہ، مستور، نگاہوں سے اوجھل، غیر مرئی، جب یہ کرہ ارض سورج سے الگ ہوا ہے تو ایک پگھلا ہوا آتشین مادہ تھا قرنہا قرن کے بعد فضا کی برودت سے اس کے اوپر کا حصہ سخت ہونا شروع ہوا ہے لیکن نامعلوم اس کرہ نار کو کس قدر طویل المیعاد مراحل سے گذرنا پڑا کہ بالآخر یہ ذی حیات آبادی کے قابل ہوا تبدل و تعول کے ان ابتدائی ادوار میں یہاں کس قسم کی مخلوق تھی جسے اس کی آتشیں فضا ساز گار تھی اس کا ہمیں علم نہیں لیکن وہ مخلوق اب قصہ پارینہ ہو چکی ہے اس کی جگہ انسانی آبادی نے لی۔

علم الانسان کے ماہرین اسے سلسلہ ارتقاء کی گم گشت کڑی (Missing Link) سے تعبیر کرتے ہیں جس کا اب تک حتمی طور پر سراغ نہیں لگ سکا اس مخلوق سے آج ہمارا تعلق اس کے سوا اور کچھ معلوم نہیں کہ قرآن کریم نے اس کا ذکر کیا ہے جس پر ہمارا ایمان ہے۔

(ابلیس و آدم ص97)

قرآن میں جن انس سے مراد:

قرآن میں جن و انس کے ضمن میں جن جنات کا ذکر ہے ان سے مراد عرب کے صحراء نشین خانہ بدوش قبائل ہیں، اور بس۔

(ابلیس و آدم ص102)

ہر کسی کا اپنا فہم قابل قبول نہیں:

ایمان کے متعلق اس کی بھی تصریح کر دی کہ اس سے یہ مطلب نہیں کہ اللہ کتب رسل ملائکہ اور آخرت کے متعلق کوئی جس قسم کا تصور بھی چاہے رکھے اسے اس کا ایمان سمجھ لیا جائے گا بالکل نہیں اس نے واضح الفاظ میں کہہ دیا ہے کہ فان آمنوا بمثل آمنتم بہ فقد اھتدوا اگر یہ لوگ اس طرح ایمان لائے جس طرح تم ایمان لائے ہیں تو پھر سمجھا جاءے گا کہ صحیح راستے پر آگئے ہیں ورنہ نہیں۔

(جہان فردا ص250)

ہدایت کا سلسلہ صرف انسان کے لیے ہے:

تمام رسول انسانوں کی طرف ہی آئے تھے اس سے بھی ظاہر ہے کہ جن وانس دونوں انسانوں ہی کی دو جماعتیں ہیں انس شہروں کی مہذب آبادی اور جن صحراؤں کے بادیہ نشین جو شہری آبادی کی نگاہوں سے او جھل اور بیابانوں میں رہتے تھے، لہذا قرآن کریم میں جہاں جہاں جن وانس کا ذکر ہو گا اس سے مراد انسانوں کی ہی دو جماعتیں ہوں گی۔۔۔۔۔ان تمہیدی اشارات کی روشنی میں قرآن کریم کی ان آیات کا مفہوم باآسانی سمجھ میں آسکتا ہے جن میں کہا گیا ہے کہ جنات (حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے) قرآن سننے کے لیے آتے تھے۔

(ابلیس وآدم ص100)

وحی کیا ہے:

چونکہ وحی رسالت ایک خالصۃ انفرادی تجربہ ہے جس سے نبی کے علاوہ اور کوئی لذت آشنا نہیں ہو سکتا اس لیے ہم قطعاً نہیں جان سکتے کہ انکشاف حقیقت کی ان مختلف صورتوں کی نوعیت وماہیت کیا کیا ہو سکتی ہے۔

(ابلیس و آدم ص292)

وحی کی دو صورتیں ہیں:

پہلی قسم کی وحی کی شکل یہ ہے کہ ملائکہ کے ذریعے قلب نبوی پر خدا کے کلام کا القاء ہو۔

دوسری قسم پردہ کے پیچھے سے بذریعہ آواز کے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ضمن میں فرمایا۔

(ابلیس و آدم ص292)

وحی غیر نبی کے لیے جہاں استعمال ہوئی ہے مراد حکم ہے خواہ ذریعہ جو بھی ہو:

قرآن کریم میں دو تین مقامات پر وحی کا لفظ غیر از نبی کے لیے آیا ہے۔۔۔۔۔ان مقامات میں وحی کا لفظ حکم دینے کے معنوں میں ہے استعمال ہوا ہے خواہ اس کا ذریعہ کچھ بھی ہو۔

(ابلیس و آدم ص303)

ناسخ منسوخ کا عقیدہ ٹھیک نہیں:

انہی عقائد میں ایک عقیدہ قرآن میں ناسخ ومنسوخ کا بھی ہے۔۔۔خدا کی طرف سے کچھ احکام نازل ہوئے تھے انمیں پھر وہ منسوخ کو دیتا تھا دوسرا عقیدہ یہ ہے کہ ایسی آیات بھی ہیں جو قرآن کریم میں تو موجود نہیں لیکن ان کا حکم باقی ہے تیسری قسم ان آیات کی ہے جو قرآن کریم میں موجود تو ہیں لیکن ان کا حکم منسوخ ہو چکا ہے، واضح رہے کہ قرآن کریم میں ان تینوں قسموں کی آیات میں سے کسی ایک کے متعلق بھی یہ نہیں کہا گیا کہ خدا نے اس کا حکم یا اس کی تلاوت منسوخ کر دی ہے نہ ہی کہیں یہ آیا ہے کہ ایسی آیات بھی تھیں جو پہلے نازل ہوئی تھیں لیکن بعد میں انہیں حافظوں سے بھی محو کر دیا گیا اور جہاں جہاں وہ لکھی ہوئی تھیں وہاں سے بھی انہیں مٹا دیا گیا یہ سب کچھ کتب روایات میں ہے۔

(قرآنی فیصلے ج2ص 32،33)

حدیث کی منع قرآن میں اور لہو الحدیث سے مراد حدیث ہے:

سارے قرآن میں کتاب کے سوا کسی حدیث پر ایمان لانے کا حکم نہیں ہے بلکہ ممانعت نکلتی ہے ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل من سبیل اللہ بغیر علم ویتخذھا ھذوا اولئك لھم عذاب مھین۔

آیت میں حدیث کی تین صفتیں بیان کی گئی ہیں۔

1: اس سے لوگوں کو گمراہ کرنے کا کام لیا جاتا ہے۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

2: اس کی بنیاد علم یقین پر نہیں ہے۔

3: اس سے لوگ اللہ کی راہ یعنی دین کو مذاق بناتے ہیں۔

اس لیے جن لوگوں نے اس لفظ کی تفسیر غنا یعنی راگ کے ساتھ کی ہے ان کا قول صحیح نہیں ہے۔

(مقام حدیث ص)

نوٹ: لیضل من سبیل اللہ نہیں ہے بلکہ لیضل عن سبیل اللہ ہے یہ کتابت کی غلطی ہے جو قابل تصیح ہے۔

مسجد اقصیٰ سے مراد مدینہ طیبہ ہے

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ

(سورۃ بنی اسرائیل:1)

مسجد اقصیٰ سے مراد مدینہ طیبہ ہے۔ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے متقدمین میں سے (غالباً) کسی نے ایسا نہیں کہا تھا۔

(قرآنی فیصلے ج2ص454)

حالت اضطراری:

قرآن مجید میں حرام میں استثنا صرف اسی مقام پر کیا ہے اور کسی حرام چیز میں اس قسم کی استثنا نہیں کی اس کے یہ معنی ہیں کہ کسی اور معاملہ میں قرآن اضطراری حالت تسلیم نہیں کرتا لیکن اگر یہ اصول وضع کیا جائے کہ عند الضرورت ہر حرام فعل حلال اور طاجائز کام جائز ہوتا ہے تو حلت و حرمت اور جائز وناجائز کی تفریق ہی ختم ہو جائے۔

(قرآنی قوانین ص135)

قتل عمد کی سزا سزائے موت ہے دیت نہیں:

جرم قتل کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں قتل بالارادۃ (قتل عمد) یا سہوا (نادانستہ) قتل اول الذکر کی صورت میں سزائے موت ہے (زر فدیہ، دیت، خون بہا نہیں)

قرآنی قوانین ص109

دین کے ہر گوشہ میں تحریف ہو چکی ہے:

وہ دین جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا تک پہنچایا تھا اس کا کون سا گوشہ اور کون سا شعبہ ہے جس میں تحریف نہیں ہو چکی۔

(قرآنی فیصلے ص66)

حرام کردہ صرف چار چیزیں ہیں:

محمد صبیح ایڈوکیٹ نے رسالہ حلال وحرام کی تحقیق لکھا، اس کے بارے میں طلوع اسلام لکھتا ہے۔

سید محمد صبیح صاحب نے اس رسالہ میں بتایا ہے کہ قرآن کی رو سے صرف مردار، بہتا خون، لحم خنزیر اور غیر اللہ کے نام کی طرف منسوب چیزیں حرام ہیں ان کے علاوہ اور کچھ حرام نہیں، یہ قرآن کا واضح فیصلہ ہے جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہمارے مروجہ اسلام میں حرام وحلال کی جو طولانی فہرستیں ہیں وہ سب انسانوں کی خود ساختہ ہیں اور کسی انسان کو حق حاصل نہیں کہ کسی شے کو حرام قرار دے یہ حق صرف اللہ کو حاصل ہے۔

(طلوع اسلام مئی 1952ء ص69)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

حکمرانی اسلام میں نہیں:

کوئی انسان کسی دوسرے انسان کا محکوم نہیں ہو سکتا کسی انسان کو کسی کسی دوسرے انان پر حق حکومت حاصل نہیں ہو سکتا۔

(قرآنی قوانین ص161)

غلامی اسلام میں نہیں:

ظاہر ہے کہ جب ایک انسان دوسرے انسان کا محکوم نہیں ہو سکتا تو وہ دوسرے انسان کا غلام کیسے ہو سکتا ہے؟ قرآن نے غلامی کے دروازوں کو ہمیشہ کے لیے بند کر دیا ہے۔

(قرآن قوانین ص162)

قرآن نے غلامی کا دروازہ بند کر دیا، اب لونڈیوں کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

(قرآنی قوانین ص59)

مرد عورت پر حاکم تصور قرآن کے خلاف ہے:

مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ قرآن کریم کی آیت الرجال قوامون علی النساء الایۃ، کے متعلق لکھنے کے بعد تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے، اس ترجمہ کی رو سے فیصلہ یہ کر لیا گیا کہ:

1: مرد عورتوں کے حاکم اور ان پر داروغہ ہیں۔

2: نیک عورتیں وہ ہیں جو خاوندوں کی تابعدار ہیں۔

3: اگر عورت خاوند کی اطاعت نہ کرے تو اس کو چاہیے کہ

ا: اسے سمجھائے اگر وہ اس پر حکم نہ مانے تو

ب: اسے اپنی خواب گاہ سے الگ کر دے، یعنی تعلقات زناشوئی منقطع کرلے اور اگر وہ اس پر بھی فرمانبرداری نہ کرے تو

ج: اسے مارے۔

بدایۃ ظاہر ہے کہ میاں بیوی کے تعلقات کی یہ نوعیت اور خاوند کی یہ حیثیت قرآن کریم کی اس ساری تعلیم اور احکام کے خلاف ہے جن کی وضاحت گذشتہ اوراق میں کی جا چکی ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ مردوں کو کھلی چھٹی دے دی گئی ہے کہ عوتوں کو مارنے پیٹنے پر اتر آئیں کہ وہ ان کے حاکم ہیں اور ان پر داروغہ مقرر کیے گئے ہیں یہ تصور غیر قرآنی ہے۔

(قرآنی قوانین ص89،90)

اس لیے امور مملکت کی سرانجام دہی میں بھی عورت محض عورت ہونے کی جہت سے نااہل نہیں قرار دی جاسکتی۔

(قرآنی قوانین ص51)

فائدہ:

قرآن نے اصول بیان کیے ہیں:

دوسری قابل غور یہ حقیقت ہے کہ قرآن کریم میں کچھ احکام دیے گئے ہیں لیکن بیشتر امور میں صرف اصولی ہدایات دی گئی ہیں نظام خداوندی کا فریضہ یہ تھا کہ وہ ان اصولوں کی جزئیات حالات کے تقاضے کے مطابق جماعت مومنین کے مشورے سے خود مرتب کرے۔

(مقام حدیث ص41)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

﴿وہ احکام جن کو بقول پرویز قرآن کریم نے بیان نہیں کیا﴾

شراب کی سزا:

اس نے الخمر (عرف عامہ میں شراب) کے استعمال سے منع کیا ہے لیکن اس حکم کی خلاف ورزی کی سزا مقرر نہیں کی۔

(قرآن قوانین ص167)

رضاعت کی شرط رضا کیسے ثابت ہوگی:

قرآن کریم نے رضاعت (دودھ پینے) کی تصریح خود نہیں کی یعنی یہ نہیں بتایا کہ رضاعت (دودھ پینے) کی شرط کس طرح پوری ہوتی ہے۔

(قرآنی قوانین ص55)

رضاعی بہن بھائی کی شرائط:

نہ ہی یہ کہ رضاعی بہن بھائی بننے کے لیے کیا شرائط ہیں ان امور کی تصریح اسلامی حکومت کرے گی۔

(قرآنی قوانین ص55)

لواطت یا سحاقت کی سزا:

اگر دو مرد (یا دو عورتیں) فحش کی مرتکب ہوں تو انہیں مناسب سزا دو اس کی سزا قرآن کریم نے خود مقرر نہیں کی۔

(قرآنی قوانین ص101)

﴿وہ مسائل جن کو قرآن نے بیان نہیں کیا اور پرویز نے قیاس کر کے بتائے ہیں﴾

حاملہ بیوہ عورت:

بیوہ عورت کی عدت چار مہینے اور دس دن ہے۔۔۔ اگر وہ حاملہ ہے تو اس کے لیے قرآن میں عدت کا الگ حکم نہیں آیا، لیکن مطلقہ (حاملہ) کے متعلق حکم پر قیاس کر کے مستنبط کیا جاسکتا ہے کہ اس کی عدت بھی وضع حمل تک ہوگی۔ (قرآنی قوانین ص76)

مسئلہ سحاقت:

اس آیت میں صیغہ (والذین) تو مذکر کا ہے یعنی دو مرد لیکن استنباطا اس سے مراد (دو عورتیں) بھی ہو سکتی ہیں ہم نے اس لیے عنوان میں سحاقت بھی لکھ دیا ہے جس کی مرتکب دو عورتیں ہوتی ہیں۔ (قرآن قوانین ص102)

﴿تضادات طلوع اسلام﴾

تضاد نمبر 1:

موت کا وقت مقرر ہے: یہ خیرات اس موت کی مصیبت کو ٹالنے کے لیے ہے جس کے متعلق قرآن کریم کا فیصلہ ہے کہ اس کے وقت معین میں ایک ثانیہ بھی کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔

(طلوع اسلام اکتوبر 1940ء ص67)

موت کا وقت مقرر نہیں: اگر موت کا وقت پہلے ہی سے مقرر ہوتا تو یہ کہنے کی ضرورت ہی نہ تھی کہ اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو اب ظاہر ہے کہ اگر موت اور مرض کو ایک مقررہ وقت پر آنا ہے جس میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی تو پرہیز اور علاج سے متعلق ان ہدایات کی ضرورت ہی کوئی نہیں تھی۔

(طلوع اسلام فروری 1953ء ص64،65)

تضاد نمبر2:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرضی شخصیت: ایک شخصیت سلمان فارسی نامی احادیث کے ساتھ گھڑی گئی یہ کوئی تاریخی شخصیت نہیں۔

ط(لوع اسلام نومبر 1954ء ص49)

حضرت سلمان فارشی مقتدر و معظم صحابی: آخر میں ہم سلمان فارسی رضی اللہ عنہ جیسے مقتدر و معظم صحابی کا ایک قول نقل کر کے اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔

(طلوع اسلام مارچ 1963ء ص50)

تضاد نمبر3:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کاتب وحی نہیں تھے: حضرت علی رضی اللہ کے مقابلہ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ (جو کسی زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط لکھا کرتے تھے اور جنہیں لوگوں نے غلطی سے کاتب وحی مشہور کر دیا ہے) کامیاب ہوگئے۔

(طلوع اسلام نومبر 1964ء ص56)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کاتب وحی تھے: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خود ایک جلیل القدر صحابی ہیں ان کا شمار ان کاتبین وحی میں ہوتا ہے جن کو سفرۃ کرام بررۃ (خوشنویس، شرافت کے مجسمے اور نہایت نیکوکار) کے القاب سے خود قرآن نے یاد کیا ہے۔

(طلوع اسلام جون 1953ء ص39)

تضاد نمبر4:

انسان خلیفۃ اللہ ہے: یہ ناممکن ہے کہ انسان کو قیام خلافت الٰہی ایسا گواہ باد فرض تفویض کر دیا گیا ہو اور اس کے بجالانے کا طریقہ نہ بتایا گیا ہو یہ نہیں ہوسکتا کہ ظلوم اور جہول انسان کے کاندھوں پر اتنابڑا بوجھ رکھ دیا گیا ہو اور اس کو اٹھا کر چلنے کا گر نہ سمجھایا گیا ہو۔

(طلوع اسلام اگست 1940ء ص78)

انسان خلیفۃ اللہ نہیں: اصل یہ ہے کہ اس قسم کے باطل تصورات کا بنیادی سبب وہ عقیدہ ہے جو ہمارے ہاں صدیوں سے چلا آرہا ہے کہ خدا نے انان کو اپنا خلیفہ بنایا ہے یہ عقیدہ قرآن تعلیم کے یکسر خلاف ہے۔

(طلوع اسلام جون 1973ء ص16)

تضاد نمبر5:

فطرت انسان کے اندر ہے: تمہاری بنیادی غلطی یہ ہے کہ تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ایک انسان کو حق حاصل ہوجاتا ہے کہ وہ دوسرے انسانپر حکومت کرے یہ غلط ہے اور خلاف فطرت انسانی ہے۔

(طلوع اسلام مئی 1939ء ص29)

انسان کے اندر فطرت نہیں: یادرکھیے یہ انسان کے حیوانی جذبات ہیں (جیسا کہ آگے چل کر بیان کیا جائے گا) انسان کی نہ کوئی فطرت ہوسکتی ہے، اور نہ فطرت ہے۔

(طلوع اسلام نومبر دسمبر 1961ء ص104)

تضاد نمبر6:

ذاتی، انفرادی ملکیت جائز ہے: اشتراکیت ذاتی اور انفرادی ملکیت کو تسلیم نہیں کرتی لیکن اسلام ہر شخص کی کمائی اس کی ذاتی ملکیت قرار دیتا ہے۔

(طلوع اسلام جولائی 1939ء ص57)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

بے شک اگر پانی کے چشمے سے کوئی شخص مشک میں پانی یا جنگل سے لکڑی کا گٹھا یا کان سے ایک بوری نمک اٹھا کر لائے تو وہ اس کی شخصی ملکیت قرار دیا جائے گا۔ اس طرح اگر کوئی اپنی محنت سے زمین کو قابل کاشت یا اپنے کسی عمل سے کار آمد بنائے تو اس پر اس کی ملکیت تسلیم کی جائے گی۔

(طلوع اسلام دسمبر 1940ء ص 49)

ذاتی انفرادی ملکیت جائز نہیں: قرآن جس معاشی نظام کو پیش کرتا ہے اس کی رو سے دولت کا اکتناف یا یا وسائل پیداوار پر انفرادی ملکیت جائز نہیں۔

(طلوع اسلام فروری 1956ء ص 9)

تضاد نمبر 7:

اشتراکی نظام آیہ رحمت ہے: اس نظام کے متعلق بدلائل شواہد بتایا جارہا ہے کہ یہ سرمایہ دارانہ نظام کے مقابلہ میں انسان کے لیے آیہ رحمت ہے، (اور یہ واقعہ بھی ہے)

(طلوع اسلام جنوری 1967ء ص 58، نظام ربوبیت ص 398)

اشتراکی نظام بدتر ہے: سوشلزم، نظام سرمایہ داری سے بھی بدتر قرار پاتا ہے۔

(طلوع اسلام جنوری 1976ص 51)

(تحریک اشتراکیت، ناقل) انسانیت کی سب سے بڑی دشمن ہے، اس تصور سے میری روح کانپ اٹھتی ہے کہ اگر یہ نظام ساری دنیا پر مسلط ہو گیا تو اس سے وہ کس عذاب الیم میں مبتلا ہو جائے گی۔ (نظام ربوبیت ص 22)

تضاد نمبر 8:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قانون ساز تھے: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عظیم مصلح تھے، عظیم ترین رہنما تھے، عظیم واضع قانون تھے۔

(طلوع اسلام فروری 1981ء ص 63، مارچ 1986ء ص 64)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قانون ساز نہیں تھے: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ذرہ برابر قانون سازی کا اختیار نہیں تھا۔

(طلوع اسلام جنوری 1978ءج ص 14)

تضاد نمبر 9:

اسلام ایک مذہب ہے: ہم اپنے اس دعوے کو کہ اسلام پرائیویٹ عقیدہ نہیں بلکہ ایک اجتماعی مذہب یا توفیق الٰہی، کتاب و سنت، آثار و تاریخ سے پوری طرح ثابت کر سکتے ہیں۔ (طلوع اسلام جون 1938ء ص 36)

بلاشبہ اشتراکیت، خدا اور مذہب کی دشمن ہے، اخلاق اور روحانیت کے منافی ہے، مگر ہندو مذہب کے خلاف نہیں۔

(طلوع اسلام جولائی 1938 ص 28)

اسلام ایک دین ہے مذہب نہیں: حقیقت یہ ہے کہ مذہب کا لفظ ہی غیر قرآن ہے قرآن نے یہ لفظ کہیں نہیں استعمال کیا قرآن نے مسلمانوں کو مذہب نہیں دیا، دین عطا فرمایا ہے۔۔۔۔ اہل مغرب قرآنی زندگی سے واقف نہیں تھے، اس لیے انہوں نے اسلام کے لیے بھی (Religion) کا لفظ اختیار کیا۔ (طلوع اسلام فروری 1960ء ص 31)

تضاد نمبر 10:

محصنٰت کا معنی غیر شادی شدہ نہیں: کسی لغت کی کتاب، قرآن کریم کے کسی حصہ میں محصنات کے معنی بن بیاہی عورتیں نہیں لیا گیا۔

(طلوع اسلام دسمبر 1955ء ص 12)

محصنات کا معنی غیر شادی شدہ بھی ہے: چنانچہ قرآن کریم میں پاک دامن عورتوں کے لیے المحصنات آیا ہے (4/ 24) جس میں شادی شدہ اور

غیر شادی شدہ دونوں شامل ہیں۔

(لغات القرآن از پرویز ج2 ص518)

تضاد نمبر 11:

ضبط تولید غلط ہے: اس نظام تعلیم میں انگریزی ادب کی بدولت ایک نہایت ہی گمراہ کن نظریہ پیدا ہوگیا۔۔۔اخلاقی نقطہ نگاہ سے جو خرابیاں اس نظام سے پیدا ہوگئی ہیں وہ الم نشرح ہیں، یہ دونوں طبقے اپنے وضیفہ زندگی کو نبھانے سے عاری ہیں عورت چراغ خانہ ہونے کے بجائے شمع بزم ہونے میں فخر محسوس کرتی ہے، افزائش نسل انسانی کے بجائے ضبط تولید کو رواج دیا جارہا ہے۔

(طلوع اسلام فروری 1941ء ص70، 71)

ضبط تولید ٹھیک عمل ہے: قرآن کریم کی رو سے یہ چیز قابل اعتراض نہیں کہ اس قسم کی اجتماعی اور ہنگامی ضرورت کے لیے افزائش نسل پر پابندی عائد کی جائے۔

(طلوع اسلام جولائی 1960ء ص91)

تضاد نمبر 12:

پردہ کی حمایت: تہذیب مغرب کا سب سے بڑا کارنامہ عورتوں کو پردہ سے آزاد کرانا ہے۔

(طلوع اسلام جون 1941ء ص52)

پردہ کی مخالفت: عورتوں کو گھر کے اندر بند رکھنا اور انہیں باہر نکلنے نہ دینا قرآن کی رو سے سزا ہے لہذا یہ قرآن پردہ نہیں۔

(طاہرہ کے نام ص117)

منہ کا پردہ نہیں: اب ظاہر ہے خواہ سر کی چادر سینے پر ڈال دی جائے اور خواہ اوپر سے جلباب پہن لی جائے اس میں منہ چھپانے کا کوئی قرینہ نہیں ویسے بھی اگر منہ چھپانا ضروری ہوتا تو پھر کم از کم مردوں کو غض بصر نگاہیں نیچے رکھنے کا حکم کیوں دیا جاتا۔

(طاہرہ کے نام ص122)

تضاد تصنیف بہت بڑا نقص ہے:

تضاد تو تصنیف کا ایسا نقص ہے کہ اگر کسی کتاب میں دو باتیں بھی باہم دگر متضاد ہوں تو علمی طبقہ میں اس کتاب کا کوئی وقار ہی نہیں رہتا۔

(طلوع اسلام جون 1958ء ص10)

طلوع اسلام میں مضمون دینے کی شرائط:

صرف اس پابندی کے ماتحتکہ جو کچھ لکھا جائے وہ ہماری بصیرت کے مطابق قرآنی تعلیم کے مطابق ہو۔

(طلوع اسلام مئی 1956ء ص10)

بقول پرویز کے کسی رسالے میں بغیر اختلافی نوٹ کے کسی مضمون کا شائع ہونا اسی مضمون سے اتفاق ہے:

فروری 1942ء کے معارف (اعظم گڑھ) میں علامہ حمید الدین فراہی اور علم حدیث کے متعلق ان کے شاگرد مولوی امین احسن اصلاحی صاحب کا ایک مضمون شائع ہوا تھا جس پر سید سلیمان ندوی (مرحوم) نے کوئی اختلافی نوٹ نہیں لکھا تھا جس کا مطلب یہہے کہ وہ بھی ان خیالات سے متفق تھے۔(مقام حدیث ص155)

[Website: DifaAhleSunnat.com]